اسلام اور ایمان کا فرق

اسلام سے ہی دنیا کا امن وابستہ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۸ / جون ۱۹۹۰ء بمقام Nunspeet ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

قرآن کریم میں دو مذہبی اصطلاحوں کا بکثرت ذکر ملتا ہے ایک تقویٰ اور ایک اسلام اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی ان دونوں اصطلاحوں پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بکثرت ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی تشریح فرمائی ہے۔ نثر میں بھی اور منظوم کلام میں بھی۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک میرا یہ تاثر ہے کہ جماعت کی اکثریت کو ان دونوں اصطلاحوں کے درمیان فرق معلوم نہیں اور ان کے باہمی رشتے کا بھی کوئی واضح تصور موجود نہیں۔ بالعموم یہی خیال کیا جاتا ہے کہ دراصل دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے تقویٰ پر بھی اتنا زور دیا کہ گویا تقویٰ اور اسلام ایک ہی چیز ہیں اور اسلام پر بھی اتنا زور دیا اور اس قوت کے ساتھ اس مضمون پر روشنی ڈالی کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہی اسلام ہے، اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں اس لئے عام طور پر طبیعتیں اسی بات پر راضی ہو گئیں کہ جو بھی ان کا تعلق ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسلام کے خلاصے کا نام تقویٰ ہے اور تقویٰ کے خلاصے کا نام اسلام ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایسا ہی فرق ہے جیسے ایمان اور اعمال صالحہ کے درمیان فرق ہے اور ایک ایسا ہی رشتہ ہے جیسا ایمان اور اعمال صالحہ کے درمیان رشتہ ہے۔ ایمان

ایک اندرونی حالت کا نام ہے جس کی باہر سے کوئی نشاندہی نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ایمان لایا تو اس کے ایمان کو پرکھنے اور دیکھنے کا کوئی ذریعہ موجود نہیں اس لئے ایمان کے ساتھ ہی انسان کو تصدیق کا حکم ہے یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ایمان لایا تو اس کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو تم ایمان نہیں لائے۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے جو ایمان کے متعلق فیصلہ دے سکے۔ اسی لئے جب تک حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو مخاطب کر کے قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے واضح طور پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ منافقین ایسے ہیں کہ ان کے دل ایمان سے خالی ہیں، اس لئے تم ان کو کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرمایا کہ اسلام کے متعلق ان کو اجازت دے دو کہ یہ بے شک یہ کہیں کہ ہم اسلام لے آئے ہیں۔

اب یہ مضمون ایک ایسا دلچسپ بھی ہے اور الجھا ہوا بھی ہے کہ جب تک کھول کر بیان نہ کیا جائے اس وقت تک لوگوں کو ان دونوں کے رشتے اور فرق کی پوری طرح سمجھ نہیں آسکتی۔ جب تک خدا تعالیٰ نے یہ اجازت نہیں دی یا حکم نہیں دیا حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اپنی طرف سے کبھی کسی کو یہ نہیں فرمایا کہ تم مومن نہیں ہو اور ان معین لوگوں کے متعلق جن کے متعلق قرآن کریم میں یہ خبریں ملتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مومن نہیں ہیں اگر چہ ان کو مسلمان کہلانے کی اجازت ہے۔ اس واضح ارشاد کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے بھی آگے کسی صحابی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ کسی مومن کہلانے والے کو یہ کہیں کہ تم مومن نہیں ہو۔ چنانچہ ایک ایسا واقعہ تاریخ اسلام میں ملتا ہے کہ ایک شخص جو جہاد کے دوران بہت ہی زبردست مقابلہ کر رہا تھا یعنی مومنوں کا اور مسلمانوں کا اور ایک نامی پہلوان تھا۔ بالآخر اس کو جب ایک مسلمان نے پچھاڑ دیا اور اس کو قتل کرنے لگا تو اس نے کلمہ پڑھ کر اپنے ایمان کا دعویٰ کیا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں انسانی عقل یہی فیصلہ دیتی ہے کہ یہ شخص جان بچانے کی خاطر ایک دھوکے سے کام لے رہا ہے فی الحقیقت یہ ایمان نہیں لایا۔ چنانچہ مسلمان مجاہد نے اسی طرز عمل کا اظہار کیا اور یہ کہتے ہوئے اس کو قتل کر دیا کہ تم جان بچانے کی خاطر جھوٹ بول رہے ہو تمہارے دل میں کچھ نہیں ہے۔

وہ آیت جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے وہ یہ بتاتی ہے۔ لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:۱۵) یعنی خدا نے رسول اللہ ﷺ کو خود خبر دی تھی کہ ان لوگوں کے دلوں میں

ایمان داخل نہیں ہوا۔ یہ موقع بتاتا ہے کہ کسی بندے کو خود اختیار نہیں کہ وہ دلوں کے متعلق فیصلہ کر سکے کہ ایمان داخل نہیں ہوا ہے یا نہیں ہوا۔ چنانچہ جب اس واقعہ کی خبر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچی اور یہی قتل کرنے والے تھے جنہوں نے خود حضور اکرم ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اور دو طرح کے آپ کے جوابات روایات میں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ آپ بار بار یہ فرماتے رہے اور فرماتے چلے گئے کہ تم نے کیوں نہیں اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا کہ وہ سچا تھا یا جھوٹا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل کتاب اول ۱۹۰۹۰) اس کے دل میں ایمان تھا یا نہیں تھا۔ اس مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ یہ بتا رہے ہیں کہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ دل کے حالات معلوم کر سکے۔ دل پھاڑ کر دیکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی وقت وہ چُھرے سے اس کا دل چیرتا اور دیکھتا، دیکھنے والے کو تو کچھ نظر نہ آتا۔ آنحضور ﷺ نے اپنی فصاحت و بلاغت میں اس رنگ میں اس مضمون کو ظاہر کیا گویا یہ فرما رہے تھے کہ اگر تم دل پھاڑ کے بھی دیکھتے تب بھی تمہیں کچھ پتا نہ چلتا تم نے ظاہر سے کیسے اندازہ کر لیا۔ پس ایمان ایک ایسی مخفی حالت کا نام ہے جس کی پہچان سوائے خدا کے کسی کے لئے ممکن نہیں کوئی نہیں جو یہ کہہ سکے یا جان سکے کہ کسی دعویدار کے دل میں ایمان ہے یا نہیں ہے۔

اسلام ایک ایسی چیز ہے جس کی کچھ ظاہری علامتیں ملتی ہیں اور اس پہلو سے ممکن ہے کہ ایک شخص مومن نہ ہو لیکن وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے اور کچھ اسلامی عادات اختیار کر لے۔ ایسے شخص کے متعلق خدا تعالیٰ نے جہاں یہ خبر دی کہ بعض ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں ایمان نے جھانکا بھی نہیں یعنی دل میں ایمان داخل نہیں ہوا ان کو بھی تم مسلمان کہلانے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ تمہیں کوئی حق نہیں کہ یہ کہو کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ تم مومن نہیں ہو، اس لئے بغیر ایمان کے اسلام کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایمان کے قیام کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس میں تمہیں مسلمان کہلانے کی بھی اجازت نہیں دوں گا بلکہ فرمایا کہ میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ یہ مومن نہیں۔ ایمان ان لوگوں کے دل میں داخل بھی نہیں ہوا لیکن ساتھ ہی میں نصیحت کرتا ہوں کہ ان کو مسلمان کہلانے کی اجازت دو اور کہہ دو: قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا کہ تم بے شک یہ کہتے رہو کہ ہم مسلمان ہو گئے، ہم مسلمان ہو گئے۔

تعجب ہے کہ اتنے واضح مضمون کو اس شان کے ساتھ قرآن اور تاریخ اسلام نے اور اسوہ حضرت اقدس محمد مصطفی علیہ نے کھول کر بیان کر دیا ہو لیکن آج کا ملاں اپنی جہالت میں خدا کا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرے اور حضور اقدس محمد مصطفی علیہ سے بھی مرتبے میں بلند ہونے کا عملاً دعویٰ کر رہا ہو۔ آپ کو تو خدا یہ خبر دیتا ہے کہ دلوں میں ایمان نہیں ہے پھر بھی مسلمان کہلانے کی اجازت دے دو اور ملاں اپنے ہاتھ میں یہ خدائی طاقت لے لیتا ہے کہ ایمان کا فیصلہ بھی ہم کریں گے اور اسلام کا فیصلہ بھی ہم کریں گے۔ ہمیں اس بات کی قدرت ہے کہ ہم دلوں میں جھانک کر دیکھ سکیں کہ کوئی شخص دل میں ایمان رکھتا ہے یا نہیں رکھتا اور اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ فلاں کا دل ایمان سے خالی ہے، ہم اس کو مسلمان کہلانے سے بھی روک دیں۔ لیکن یہ ایک ضمنی بات تھی جو میں نے سوچا کہ چلتے ہوئے آپ کو سمجھاتا چلوں کیونکہ ایک بہت لمبی بحث گزر چکی ہے۔ مولوی کہتے ہیں کہ احمدیوں کا دل چونکہ ایمان سے خالی ہے اس لئے ہم ان کو مسلمان کہلانے کی اجازت نہیں دیتے۔ تو میں نے چاہا کہ آپ کو یہ مضمون کھول کر بیان کر دوں لیکن مقصد یہ نہیں تھا۔ اصل مقصد آپ کو یہی سمجھانا ہے کہ اسلام اور ایمان کے اندر کیا رابطے ہیں اس کے نتیجے میں ایک احمدی کے اوپر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

پس جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا، تقویٰ ایک قلبی حالت کا نام ہے اور اسلام ایمان کے نتیجے میں ڈھلنے والے عمل کا نام ہے۔ پس ان دونوں کے درمیان رشتہ وہی ہے جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ سے ایک تعلق ہے اور اس کا کثرت کے ساتھ قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے اور ایمان اور اعمال صالحہ کو اکٹھا بیان کیا گیا، اسی طرح کی کیفیت تقویٰ اور اسلام کے درمیان کے رشتے کی پائی جاتی ہے۔ تقویٰ ایک ایسی اندرونی حالت کا نام ہے جو ایمان کی طرح دکھائی نہیں دیتی اور ایمان سے الگ حالت ہے۔ ایمان پہلی بات ہے تقویٰ بعد کا مضمون ہے اور پھر ایمان کے بعد تقویٰ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کسی انسان کا اسلام کس نوعیت کا ہے۔ انسان جونہی ایمان لے آئے، معاً وہ کامل نہیں ہو جاتا۔ ایمان کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا عرفان رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور تقویٰ کا عرفان کے ساتھ تعلق ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے کہ تقویٰ عرفان سے ترقی کرتا ہے خدا تعالیٰ کی ذات لامتناہی، لامحدود ہے اور اس کی صفات کا کوئی حساب ممکن نہیں۔ جتنا

خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا تصور دل پر قائم ہوتا چلا جائے۔ جتنا اس کے حسن واحسان پر دل فریفتہ ہوتا چلا جائے اتنا ہی تقویٰ بڑھتا ہے اور اگر چہ بظاہر اسلام وہی رہتا ہے جو پہلے دن تھا لیکن عملاً اس کی کیفیت بدلنے لگتی ہے۔ اس مضمون کو آگے بڑھانے سے پہلے میں اسلام کے متعلق کچھ مزید روشنی ڈالتا ہوں پھر آپ ان دونوں روحانی اصطلاحوں کے باہمی تعلق کو زیادہ بہتر سمجھ سکیں گے۔

اسلام کے دو معانی ہیں ایک ہے سپردگی اپنے آپ کو کسی کے سپرد کر دینا۔ کسی کا ہو جانا۔ جیسے انسان محبت میں کسی سے کہتا ہے کہ میں تیرا ہو گیا۔ ایک فارسی کا شعر ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

من تو شدم تو من شدی، میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا۔ من تن شدم تو جاں شدی، میں جسم بن گیا تو جان بن گیا۔ تا کہ آئندہ کبھی کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں۔

یہ اسلام کی اعلیٰ حالت کی تصویر ہے۔ جب خدا کے حضور بندہ ایسی عاجزی اختیار کرتا ہے کہ اپنے وجود کو اس کے حضور بچھا دیتا ہے اور واقعتہً قلب سلیم کے ساتھ یہ عہد کرتا ہے اور اس عہد کے نتیجے میں عملاً اپنے وجود کو خدا کے حضور پیش کر دیتا ہے کہ آج سے تو اس میں بسے گا اور کوئی نہیں بسے گا۔ تو اس انتہائی سپردگی کی حالت کو اسلام کہا جاتا ہے۔ یعنی اسلام کی ترقی یافتہ صورت، وہ انتہائی صورت جس کی طرف انسان کو اسلام لے جاتا ہے اور پھر اس آخری مقام تک پہنچا دیتا ہے وہ یہی ہے اور اس سے پہلے کی بھی اسلام کی کچھ حالتیں ہیں۔ جب انسان زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس اسلام کا دعویٰ کرنے سے نہ روکنے کا ارشاد فرمایا تھا وہ یہی اسلام ہے یعنی آغاز کا اسلام۔ ایک انسان یہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں اپنے وجود کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اب کس حد تک اس نے سپرد کیا ہے اس کا فیصلہ تقویٰ نے کرنا ہے۔ اگر انسان کے دل میں خدا کا عرفان بڑھے گا اور اس کے نتیجے میں تقویٰ ترقی کرے گا تو دن بدن اس کے اسلام کی حالت بدلنی شروع ہو جائے گی۔ کئی لوگ زبان سے، واری واری، جاتے ہیں یعنی وہ بھی سپردگی کا ایک اظہار ہے کہ میں قربان، میں نثار، میرا سب کچھ تیرا اور جب وقت آتا ہے اس وقت دوڑ جاتے ہیں اس وقت سب کچھ اپنا ہو جاتا ہے۔ تو جہاں تک ان کے واری واری جانے کا تعلق ہے اس سے

روکنے کی اجازت نہیں ہے۔ جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے کہ وہ واقعۃً آزمائش پڑنے پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوں گے کہ نہیں اس کا تعلق ان کی دلی محبت سے ہے۔ پس دلی محبت کا نام تقویٰ ہے اور تقویٰ اسلام کو تقویت بخشتا ہے اور اسلام کی کیفیت بدلتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تقویٰ کی ترقی کے ساتھ واقعتہً انسان خدا کا ہو جاتا ہے اور سب کچھ اس کے سپرد کر دیتا ہے۔

انہی معنوں میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا اَسْلِمْ حالانکہ وہ خدا کے نبی بن چکے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترقی کی یعنی اسلام کی انتہائی حالت کی طرف آپ کو دعوت دی گئی تھی۔ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ:۱۳۲) کہ اے خدا! میں تیرا ہو گیا۔ میں رب العالمین کے حضور اپنے وجود کو پیش کر دیتا ہوں۔ پس اسلام کی ایک ابتدائی حالت ہے اور ایک انتہائی حالت ہے۔ ان کے درمیان بے شمار منازل ہیں اور نہ کسی انسان کو ابتدائی حالت سے متعلق اختیار دیا گیا کہ کسی سے کہے کہ تم مسلمان نہیں ہو نہ انتہائی حالت سے متعلق انکار کا اختیار دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ اسلام میں کچھ نظر آنے والی باتیں موجود ہیں۔ مثلاً جب ایک شخص کہتا ہے کہ میں اسلام لے آیا تو آپ نہ اس کے ایمان کو دیکھ سکتے ہیں، نہ اس کے تقویٰ کو دیکھ سکتے ہیں لیکن اسلام لانے کے بعد اگر وہ نمازیں نہیں پڑھتا، اگر عبادات بجا نہیں لاتا اگر بنی نوع انسان کے حقوق ادا نہیں کرتا تو آپ کی نظر یہی فیصلہ کرے گی کہ اس نے سپردگی کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے اسلام کے متعلق کسی حد تک انسان دیکھ سکتا ہے اور جانچ سکتا ہے لیکن تقویٰ تک انسان کی کوئی پہنچ نہیں اور سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی کسی شخص کے تقویٰ کو براہ راست جانچ نہیں سکتا۔ لیکن ایک پہلو ایسا ہے جس سے تقویٰ دکھائی دینے لگتا ہے۔

اسلام کے متعلق جیسا کہ قرآن کریم کی آیات سے ثابت ہے، ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دکھائی دیتا بھی ہو تب بھی ضروری نہیں کہ کوئی شخص مومن ہو۔ بظاہر اسلام نظر آتا بھی ہو تو چونکہ ہمیں تقویٰ کی حالت کا علم نہیں اس لئے ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ لیکن سو فیصدی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شخص مسلمان ہے بھی کہ نہیں اس لئے دونوں جگہ ایک ابہام کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ منافقین جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کے حضور حاضر ہوتے، اسلام کے دعاوی کرتے، نمازیں ساتھ پڑھتے اور بعض دفعہ جہاد میں بھی شریک ہو جایا

کرتے تھے، ان کے متعلق اگر خدا تعالیٰ یہ خبر نہ دیتا تو کسی کو کچھ پتا نہیں لگ سکتا تھا کہ ان کا اسلام نظر آنے والا اسلام ہے اور اس اسلام کے پیچھے تقویٰ نہیں ہے۔ پس جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس کے متعلق بھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تو پھر جو کچھ دکھائی نہیں دیتا اس کے متعلق ہم کیسے دعاوی کر سکتے ہیں۔

اسی لئے قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کے متعلق فرمایا: عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (الحشر: ۲۳) بعض لوگ جو سرسری نظر سے اس آیت کو پڑھتے ہیں ان کو یہ تو سمجھ آجاتی ہے کہ عالم الغیب کیوں کہا کیونکہ پردہ غیب کی خبریں صرف خدا کو معلوم ہیں شہادہ کی سمجھ نہیں آتی وہ کہتے ہیں شہادہ تو ہم بھی ہیں۔ جو دکھائی دیتا ہے تو خدا تعالیٰ نے کیوں اس شان کے ساتھ اپنی یہ صفت بیان کی کہ میں عٰلِمُ الْغَيْبِ ہوں۔ عٰلِمُ الشَّهَادَةِ بھی ہوں۔ تو درحقیقت یہ انسان کا وہم ہے، محض ایک گمان ہے کہ جو کچھ وہ دیکھتا ہے اس کے متعلق بھی قطعی طور پر اور یقینی طور پر وہ کہہ سکتا ہے کہ جو میں نے دیکھا ہے بعینہٖ وہی حقیقت ہے۔

یہ مضمون جب بعض صوفیاء کو معلوم ہوا تو وہ اتنے پریشان ہوئے کہ ہر بات سے ان کا اعتماد ہی اٹھ گیا یہاں تک کہ ساری کائنات کو واہمہ کہنے لگے۔ وہ بھی ایک انتہاء تک پہنچے اور حقیقت سے بے خبر ہو گئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون پر نظر ان کی ضرور پڑی ہے۔ جب انہوں نے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ پر نظر ڈالی تو پھر آہستہ آہستہ نفس پر غور کرنے سے ان کو معلوم ہوا کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں وہ حقیقت تو نہیں ہو سکتی حالانکہ بعض حقیقتیں بھی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ حقیقت نہیں بھی ہوتی۔ جو شخص سچا ہو جس کا اندر اور باہر ایک ہو اس کو جب آپ دیکھتے ہیں تو حقیقت کو دیکھ رہے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ایک زندہ حقیقت تھے۔ اس لئے صوفیاء کا اس وہم میں مبتلا ہو جانا کہ گویا سب کچھ واہمہ ہی واہمہ ہے اور حقیقت ہے ہی کوئی نہیں یہ درست بات نہیں تھی۔ ہاں یہ درست ہے کہ انسان جب تک خدا کی گواہی نہ ہو اور آنحضرت ﷺ کے متعلق خدا کی گواہی ہے، اپنے زعم میں جو کچھ دیکھتا ہے اس کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ یہ وہی حقیقت ہے جو ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ یہ صوفیاء جن کا میں نے ذکر کیا ہے، ان کے وہم اتنے بڑھے کہ ایک زمانہ میں ہندوستان میں ان کی اور دوسرے علماء کی اور دوسرے صوفیاء کی بڑی بڑی بحثیں چلا کرتی تھیں اور بعض دفعہ بادشاہوں نے اپنے دربار میں ایسے مناظرے کروائے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک مغل بادشاہ کے دربار میں ایسا ہی مناظرہ ہو رہا تھا۔ وہ صوفی جو کہتے تھے سب واہمہ ہے اور کوئی حقیقت نہیں ہے۔ ہم کسی شکل میں بھی عٰلِمُ الشَّهَادَةِ بن ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے کہا کہ سب وہم ہی وہم ہے، آپ لوگوں کا خیال ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ دیکھو یہ جو مناظرہ تمہارے درمیان اور فریق ثانی کے درمیان ہو رہا ہے، یہ حقیقت ہے کہ نہیں، انہوں نے کہا کہ نہیں یہ صرف وہم ہے۔ بادشاہ بڑا تنگ آ گیا فیصلہ کوئی نہیں ہوسکتا تھا تو اس نے کہا کہ اس صوفی کے پیچھے مست ہاتھی چھوڑو۔ پھر دیکھیں کیا کرتا ہے چنانچہ مست ہاتھی بلوایا گیا جب صوفی صاحب کے پیچھے چھوڑا گیا تو صوفی اٹھ بھاگا۔ بادشاہ نے اس کو آواز دی کہ وہم ہے یہ ہاتھی نہیں ہے تم کیوں بھاگ رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ کو وہم ہے کہ میں بھاگ رہا ہوں میں بھاگ نہیں رہا۔ تو جب توہمات کی بیماری ہو جائے تو پھر ہر مضمون واہمہ بن جاتا ہے اور حقیقت کو پانے کے باوجود انسان حقیقت کو کھو دیتا ہے۔

یہ مضمون جو عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کا مضمون ہے، یہ انکسار پیدا کرنے والا مضمون ہے۔ توہمات پیدا کرنے والا نہیں انسان کو تکبر سے باز رکھنے والا مضمون ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کا اسلام دیکھا تو اس دعوے میں اس حد تک شدت نہیں اختیار کرنی چاہئے کہ چونکہ ہم اس کو مسلمان کے طور پر دیکھتے ہیں، اس لئے لازماً خدا کے نزدیک وہ مقبول مسلمان ہے۔ ہمیشہ انکسار کی گنجائش رکھنی چاہئے اس لئے نہ کسی کے اسلام کے انکار کی ہمیں طاقت ہے، نہ کسی کے اسلام کی ایسی تصدیق کی ہمیں طاقت ہے کہ جس کے اوپر ہم اعتماد کرسکیں اور کامل یقین کرسکیں اور اصرار کرسکیں۔

یہ وہ سبق ہے جو ہمیں قرآن کریم عطا فرماتا ہے اور ان دو انتہاؤں کے درمیان مومن جب زندگی گزارتا ہے تو نہایت عاجزی اور انکسار کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ پس تقویٰ اس ان دیکھی حقیقت کا نام ہے جو آپ چاہیں بھی تو دیکھ نہیں سکتے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ بعض دفعہ یہ دکھائی بھی دینے لگتا ہے اور وہ دکھائی دیتا ہے عمل کے پردے میں اور اسلام کے پردے میں جس طرح جگنوں چمکتا ہے تو اس کے اندر کا نور جھیلوں سے باہر دکھائی دینے لگتا ہے۔ اسی طرح جب مومن تقویٰ سے بھر جاتا ہے تو اس کے اسلام میں بھی ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اگرچہ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ ہر مسلمان متقی ہے لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر متقی ضرور مسلمان ہوتا ہے اور تقویٰ کے بڑھنے کے بعد

بعض دفعہ ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے جب تقویٰ اعجاز دکھانے لگتا ہے اور تقویٰ کے اعجاز اسلام کے پردے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے اسلام میں ایک نیا حسن پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اس حسن کے نتیجے میں مسلم کے اندر ایک عجیب دل کشی پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ وہ مضمون ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور اس مضمون کا تعلق اسلام کے دوسرے معنی سے ہے۔ جس کا مطلب ہے امن Peace پس جب انسان اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دے اور تقویٰ کی حالت میں اس نے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کیا ہو تو پہلی بات اسے امن نصیب ہوتا ہے، اس کے دل کو سکینت مل جاتی ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ (یونس:۶۳) کہ وہ لوگ جو واقعتہً تقویٰ کے ساتھ اپنے آپ خدا کے سپرد کر دیتے ہیں وہ ایک ایسے عالم جاوداں میں داخل ہو جاتے ہیں، عالم بقاء میں پہنچ جاتے ہیں کہ پھر دنیا کی عارضی چیزیں نہ انہیں کوئی گہرا صدمہ پہنچا سکتی ہیں نہ گہری گھبراہٹ میں مبتلا کر سکتی ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خدا کے ہو گئے، ہم خدا کے سپرد ہو گئے تو پھر ان بدلتی ہوئی کیفیات کے لئے بہت زیادہ گہرے غم اور فکر کی ضرورت نہیں۔ درحقیقت یہ وہی مضمون ہے جو انا للہ و انا الیہ راجعون کا ہے۔ عام طور پر لوگ اپنی چیزوں کے نقصان کے وقت یہ پڑھتے ہیں اور وہ بھی اچھا موقع ہے لیکن درحقیقت اپنے آپ کو خدا کے لئے کھو دینے کا مضمون ہے جو انا للہ و انا الیہ راجعون میں بیان ہوا ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ہم خدا ہی کے تو ہیں۔ خدا ہی کی طرف سے آئے تھے اور اسی کی طرف ہمیں لوٹنا ہے اس لئے جہاں سے ہم آئے۔ جہاں آخر پہنچنا ہے۔ اس درمیانی عرصے میں اس سے اپنے وجود کو جدا کیوں رکھیں۔ تو سپردگی کا پیغام ہے جو ہمیشہ انا للہ و انا الیہ راجعون مومن کو دیتا چلا جاتا ہے۔

پس اس پہلو سے اسلام کے نتیجے میں امن نصیب ہوتا ہے اور وہ امن جو دل میں جاگزیں ہو جائے وہ انسان کے اعمال میں پھوٹتا ہے۔ اس کے رجحانات میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ناممکن ہے کہ وہ شخص جس کو اسلام کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف سے امن نصیب ہو وہ لوگوں کے امن لوٹنے کے لئے نکل کھڑا ہو۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے نام مسلم رکھا جس کا اصل ترجمہ ''امن پانے والا'' نہیں بلکہ ''امن دینے والا'' ہے پس اسلام کے پہلے مضمون کے نتیجے میں انسان کے دل کو امن نصیب ہوتا ہے اور جسے

سچا امن نصیب ہو جائے وہ لازماً بنی نوع انسان کے لئے کامل طور پر ایک امن دینے والا وجود بن جاتا ہے جس سے امن کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، امن کی خوشبو نکلتی ہے اور کوئی شخص سچے مومن سے یا سچے مسلم سے کہنا چاہئے ، خوف نہیں کھا سکتا۔ اس کو پتا ہے کہ اس کے پاس میرا سب کچھ محفوظ ہے۔ پس مومن یا اس اصطلاح میں جس اصطلاح میں ہم بات کر رہے ہیں مسلم کہنا چاہئے ، مسلم وہ ہے جو سب سے پہلے اپنے وجود کو تقویٰ کے ساتھ خدا کے سپرد کر دے اور تقویٰ کے بغیر سپردگی کا مضمون پیدا ہی نہیں ہوتا۔ جب وہ سپرد کر دیتا ہے تو اسے امن نصیب ہو جاتا ہے۔ جب اسے امن نصیب ہوتا ہے تو بنی نوع انسان کی طرف جب وہ لوٹتا ہے تو کامل امن کے ساتھ لوٹتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی تعریف یہ فرمائی کہ ایسا وجود جس سے اس کے بھائی کو نہ اس کی زبان سے کوئی خطرہ درپیش ہو، نہ اس کے اعمال سے کوئی خطرہ درپیش ہو۔ جس کے پاس دوسرے کی عزت بھی محفوظ ہے، اس کی جان بھی محفوظ ہے، اس کے اموال بھی محفوظ ہیں۔

پس یہ وہ امن ہے جو ہر مسلم کی طرف سے بطور ایک ضمانت کے تمام بنی نوع انسان کو مہیا کیا جاتا ہے۔ اب اس تعریف کی رو سے جو سو فیصدی حقیقی اور مبنی بر قرآن ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات اس کی قوی تائید کرتے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان کا تصور Terrorist کے طور پر دنیا میں اُبھرے اور وہ لوگ جو خود دنیا کے امن لوٹتے پھرتے ہیں وہ بار بار دنیا میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی طرف سے بنی نوع انسان کے امن کو سخت خطرہ لاحق ہے سخت فتنوں کے ڈر پیدا ہو گئے ہیں۔ چنانچہ کل ہی خبروں میں انگلستان کی وزیر اعظم مسز تھیچر کا ایک بیان سنا اور اس پر میرا ذہن اس مضمون کی طرف منتقل ہوا اور میں نے چاہا کہ جماعت احمدیہ کو خوب اچھی طرح کھول کر تقویٰ اور پھر تقویٰ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اسلام سے متعلق آگاہ کروں اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف ان کو متوجہ کروں۔ **کتنا ظلم ہے کہ وہ مذہب جس کے نام میں اس مذہب کی اعلیٰ ترین صفات کا خلاصہ داخل کر دیا گیا ہو، وہ مذہب جو خدا تعالیٰ سے تعلق کے انتہائی مقامات تک اپنے نام میں ہی اشارے کر رہا ہو اور پھر بنی نوع انسان سے تعلقات میں اپنے نام ہی کے اندر انتہائی اعلیٰ درجے کی تعلیم دے رہا ہو، جس کا خلاصہ یہ ہو کہ مسلم وہ ہے جس سے کائنات میں کسی کو کوئی خطرہ نہیں۔** اب آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر نگاہ ڈال کر دیکھیں آپ کو جب رحمۃ للعالمینؐ کہا گیا تو صرف بنی نوع انسان کے لئے آپ

رحمت نہیں تھے بلکہ جانوروں کے لئے بھی رحمت تھے اور بے جان چیزوں کے لئے بھی رحمت تھے۔

اس مضمون پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کا یہاں موقعہ نہیں لیکن میں آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ اس پہلو سے آپ آنحضرت ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو صحیح معنوں میں آپ کو اسلام بمعنی امن کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کوئی دنیا میں ایسا وجود نہیں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو مسلمان سے کسی درجے کا خوف رکھتی ہو۔ آپ نے رستوں کو بھی امن عطا کیا یعنی اسلام کی ایسی تشریحات کیں اور اپنی زندگی میں اسلام کو ایسے حسین اسوہ میں ڈھال کر دکھایا کہ بے جان چیز ہو یا جاندار ہو، ہر چیز کو جو خدا نے پیدا کی ہے مسلمان سے امن نصیب ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ یہ تشریح آپؐ نے اپنی عملی زندگی میں ہمیں کر کے دکھائی۔ یہاں تک بتایا کہ پانی کے بھی حقوق ہیں رزق کے بھی حقوق ہیں جانوروں کے بھی حقوق ہیں، رستوں کے بھی حقوق ہیں اور کوئی باریک سے باریک ایسی چیز بیان سے باہر نہیں رکھی جس میں خدا کی کسی تخلیق کے حقوق ہوں اور آپؐ نے ہمیں اس سے متعلق متوجہ نہ فرمایا ہو، پس ہر چیز جس وجود سے امن میں آجائے وہی وہ وجود ہے جو یہ کہہ سکتا ہے۔ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں کامل طور پر خدا کا ہو گیا۔ گویا جو سب کچھ خدا کا ہے میں کامل طور پر اس کا پیام امن بن گیا اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے اَسْلَمْتُ لِلّٰهِ نہیں کہا بلکہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا۔ مطلب یہ تھا کہ میں اسلام کے باریک ترین تقاضوں کا عرفان رکھتے ہوئے تیرا ہو رہا ہوں۔ جن کا تو رب ہے۔ مجھے بھی اسلام کے بعد ان کی ربوبیت میں حصہ لینا ہوگا اور ان کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔ اسلئے جب میں کہتا ہوں کہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تو پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کے باریک تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہہ رہا ہوں۔ یہ مضمون ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے جواب میں ملتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی ساری زندگی اس مضمون پر شاہد ناطق تھی۔

پس اسلام کی طرف منسوب ہونیوالا اگر Terrorist کہلانے لگے اور دنیا کی حکومتوں کے وزراء ان کے متعلق یہ بیان دیں، جیسا کہ مسز تھیچر کے بیان کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے کہ عالم اسلام سے ہمیں سخت خطرات درپیش ہیں اور دنیا کے امن کو تباہ کرنے کے احتمالات پیدا ہو رہے ہیں تو کتنی ظلم کی بات ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ظلم مسز تھیچر نے کیا، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے بھی ازراہِ ظلم یہ بات کی ہو لیکن ان لوگوں نے ضرور یہ ظلم کیا ہے جنہوں نے مسلمان کہلاتے ہوئے ایسے نمونے پیش کئے اور ایسی

دھمکیاں بنی نوع انسان کو دیں جن کے نتیجے میں اسلام کی ایک بالکل غلط تصویر دنیا میں ابھری ہے۔

جماعت احمدیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس مضمون کو سمجھے اور ہر احمدی ان معنوں میں مسلمان بنے جن معنوں میں آنحضرت ﷺ نے اسلام کو قبول فرمایا اور اپنے اسوہ حسنہ میں جاری فرمایا اور جن معنوں میں ہر دوسرا شخص بلکہ کائنات کی ہر چیز اگر کسی ایک وجود سے امن محسوس کرتی تھی تو حضرت رسول کریم ﷺ کا وجود تھا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی مسلمان ہو اور بھیانک ہو۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی مسلمان ہو اور اس کے پاس بیٹھنے سے لرزہ محسوس ہوتا ہو اور انسان اس کے قرب سے، اس کی باتوں سے خوف کھائے، اس کی زبان سے خوف کھائے، اس کے پاس نہ اپنی عزت محفوظ ہو، نہ اپنی جان محفوظ ہو، نہ اپنا مال محفوظ ہو۔ پس وہ ملّاں جو دنیا میں Terror پھیلاتے ہیں۔ جن کی زبان سے مغلظات نکلتی ہیں، لوگوں کے دلوں کے امن لوٹتے ہیں جو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اسلام کے نام پر گھروں کو جلاؤ اور اموال کو لوٹو اور عزتوں کو برباد کرو، وہ شخص جو اسلام کے معنی سمجھتا ہو اس کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں یہ معلوم کرنے کے لئے یہ کس قسم کے اسلام کا دعویدار ہے لیکن احمدی کے لئے دوہری ذمہ داریاں ہیں اور دوہری مشکلات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم ان دکھوں کے لئے آج منتخب کئے گئے ہیں جو دکھ سچے مسلمانوں کا ہمیشہ مقدر بنے رہے ہیں یعنی ظالم ان کے دلوں پر، ان کے ایمان پر، ان کے دعاوی پر حملے کرتا ہے اور ان کی عزتوں کو لوٹتا ہے اور ان کے دلوں کے امن کو برباد کرتا ہے لیکن اس سے بڑھ کر ہمارے لئے ایک مشکل ذمہ داری جو ہم نے ادا کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان سے اسلام کی غلط تصویر کو مٹانا ہے یعنی ان کے دل سے اسلام کی غلط تصویر کو مٹانا ہے اور سچے اسلام کی تصویر ان کے دلوں پر جمانی ہے۔

یہ کام دو طریق پر کیا جا سکتا ہے۔ ایک ہے نظریاتی طور پر اور دلائل کے طور پر۔ چنانچہ دنیا میں جہاں کہیں بھی میں جاتا ہوں یا جہاں کہیں بھی احمدی غیر مسلموں سے اسلام کے موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو یہ مسئلہ ہمیشہ درپیش ہوتا ہے کہ اسلام ہے کیا؟ اسلام ہلاکت کا نام ہے، خوف پھیلانے کا نام ہے، ظلم و ستم کا نام ہے، جبر و تشدد کا نام ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ تو زبان سے، دلائل سے پوری طرح سمجھا کر، میں بھی اور دوسرے سب احمدی بھی جو ایسے غیروں سے گفتگو کرتے ہیں جن کے اوپر اسلام کے غلط تاثرات ہیں پوری طرح کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا صحیح تصور ان کے دل پر نقش ہو

جائے۔رات ہی یہاں کے Nunspeet کے ایک ریڈیو سٹیشن پر مجھے مدعو کیا گیا تھا وہ دوست جو اس شعبے کے انچارج ہیں بہت ہی خلیق اور مہربان انسان ہیں اور جماعت کو موقع دیتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو ان کے ریڈیو کے ذریعے بیان کریں تا کہ علاقے کے لوگ معلوم کریں کہ ہم کون لوگ ہیں۔ وہاں اس قسم کے سوال بھی اٹھے چنانچہ جہاں تک مقدور تھا میں نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اسلام کا Terrorisim سے کوئی تعلق نہیں۔لیکن یہ کافی نہیں اگر ہم سچے مسلمان بنتے ہیں یعنی خدا کے سپرد ہونے کے بعد اس سے امن حاصل کرتے ہیں تو پھر خود سچے امن کے پیمبر بن جاتے ہیں تو گردو پیش ہمارے اعمال سے اسلام کی ایک تصویر کو دیکھے گا جو تصویر دل موہ لینے والی تصویر ہے اور یہ تصویر اس وقت حسین اور دلکش ہوگی جب دل میں تقویٰ موجود ہوگا۔ ظاہری طور پر آپ کے نمازیں پڑھنے سے، ظاہری طور پر بعض بداعمالیوں سے بچنے سے اسلام تو دکھائی دے گا لیکن اس اسلام میں نور نظر نہیں آئے گا جب تک اس اسلام کا گہرے تقویٰ سے تعلق نہ ہو۔تقویٰ درحقیقت خدا کی محبت کا نام ہے اور اس خوف کا نام ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ کہیں کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے کہ وہ نظر پھیر لے۔ پس صرف محبت ہی کا نام نہیں بلکہ اس دائم رہنے والے شعور کا نام ہے کہ میں نے اپنے محبوب کو راضی کرنا ہی نہیں راضی رکھنا ہے اور راضی رکھتے چلے جانا ہے۔ ایسی صورت میں وہ اسلام جو بظاہر ایک ہی دکھائی دیتا ہے عام اسلام سے مختلف ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھنے والے کو ایسے شخص کے اسلام میں ایک عجب سا نور دکھائی دینے لگتا ہے۔ وہ نور چہروں سے چھلکتا ہے، پیشانیوں سے پھوٹتا ہے اور اس میں ایک ایسی کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ کوئی چاہے نہ چاہے ایسے وجود کی طرف انسان مائل ہونے لگتا ہے۔ پس اسلام ان اعمال کا نام ہے جو تقویٰ کو چاہتے ہیں لیکن بعض دفعہ بغیر تقویٰ کے بھی کئے جاتے ہیں لیکن جب اسلام کے پیچھے تقویٰ زور مار رہا ہو تو اسلام زندہ ہو جاتا ہے اور اس میں ایک ایسا نور، ایسی عظیم الشان کشش پیدا ہو جاتی ہے کہ بنی نوع انسان اس سے دور بھاگنا چاہیں بھی تو بھاگ نہیں سکتے۔ وہی مضمون ہے کہ:

ے میں بلاتا تو ہوں ان کو مگر اے جذبۂ دل
اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے (دیوان غالب: ۲۹۶)

غالب تو یہ کہتا ہے کہ اس پر بن جائے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے۔ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ تم

اپنے اندر وہ جذبہ پیدا کر دو کہ تم بے اختیار کر دیا کرو تمہارے اندر ایک غالب قوت پیدا ہو جائے، لازماً کوئی دوسرا وجود تمہاری طرف کھنچتا ہوا چلا جائے۔ غالب بھی غالباً اور ایک رنگ میں یہی کہنا چاہتا تھا لیکن وہ دنیا کے مضمون کو بیان کر رہا ہے، میں دین کے مضمون کو بیان کر رہا ہوں۔ تمثیل کے طور پر بعض دفعہ دنیاوی اشعار کو بھی سامنے رکھنا پڑتا ہے تا کہ بنی نوع انسان زیادہ وضاحت سے سمجھ جائیں مگر امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام درحقیقت تقویٰ کی اس حالت کا نام ہے جو بنی نوع انسان کو دکھائی بھی دیتی ہے۔ جو کچھ اسلام کی شکل میں دکھائی دیتا ہے ضروری نہیں کہ وہ تقویٰ کے نتیجے میں ہو لیکن اگر دکھائی دینے والا اسلام تقویٰ کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو تو اس اسلام میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس اسلام میں ایک غیر معمولی کشش پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بنی نوع انسان کو بڑی قوت کے ساتھ اور غالب قوت کے ساتھ کھینچنے لگتا ہے۔ پس دنیا کے اس ماحول کو اگر آپ نے تبدیل کرنا ہے تو محض زبانی پیغامات سے یہ دنیا تبدیل نہیں ہوگی اور جیسا کہ میں نے آپ کو قدم بقدم ساتھ چل کر سمجھایا ہے۔ اسی طرح اسی طریق پر اول اور دوئم اور سوئم قدم اٹھانے پڑیں گے۔

یاد رکھیں خدا کے سپرد ہونا حقیقت میں تقویٰ چاہتا ہے۔ تقویٰ سچا ہو تو پھر سپردگی سچی ہوتی ہے اور جب تک انسان اپنے آپ کو خدا کے سپرد نہ کرے وہ امن میں نہیں آتا۔ ہر پہلو سے آپ اس مضمون پر غور کر کے دیکھ لیں اس کے سوا چارہ ہی کوئی نہیں اور کوئی رستہ ہی نہیں بنتا۔ خدا کے سپرد کرنے کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ اس کی حفاظت میں آ گیا۔ جب اپنے آپ کو اس کے حضور پیش کر دیا تو چاروں طرف سے خدا کی فصیل ہے جو آپ کو گھیر لیتی ہے اور پھر ہر خوف سے آپ امن میں آ جاتے ہیں اور ذہنی طور پر جو سپردگی کا مزا ہے ویسا اور کوئی مزا نہیں۔ ایک انسان جس نے محبت کی ہو اور اس کو یہ پتا ہو کہ پیار کے نتیجے میں جب انسان اس منزل پہ پہنچتا ہے کہ بس اب میں تیرا ہو گیا تو اس کیفیت سے جو لذت پیدا ہوتی ہے ویسی دنیا میں اور کوئی لذت نہیں اور وہی لذت ہے جو گہرا سکون پیدا کرتی ہے۔

پس اسلام ہی کے نتیجے میں ظاہری حفاظت بھی ہوگی اور اسلام ہی کے نتیجے میں اندرونی تسکین بھی نصیب ہوگی یعنی ظاہری امن بھی ملے گا اور اندرونی امن بھی ملے گا اور جب آپ اس امن کو حاصل کر لیتے ہیں تو پھر آپ دنیا کو امن دینے والے بن جائیں گے۔ آج دنیا عجیب عجیب راہوں سے امن کی تلاش کر رہی ہے۔ S.A.L.T.Treaties ہو رہے ہیں۔ یہ کوششیں ہو رہی ہیں کہ

باہم سمجھوتے ہوں، اعتمادات بڑھیں اور نیوکلیئر Weapons میں کمی آجائے۔ غرضیکہ ظاہری طریقوں سے وہ امن ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں یہ بالکل ناممکن ہے۔ **امن کا تعلق دل کی کیفیت سے ہے اور دل کے رجحان سے ہے اگر دنیا امن والوں سے بھر جائے جن کو امن نصیب ہے تو لازماً بنی نوع انسان کو امن نصیب ہوگا اور اگر دنیا بے چین دلوں سے بھری ہوئی ہو تو کوئی سیاسی معاہدات بھی بنی نوع انسان کو امن نہیں عطا کر سکتے۔**

پس آپ یاد رکھیں کہ آپ کے ساتھ دنیا کا امن وابستہ ہے یہ کوئی فرضی باتیں نہیں ہیں۔ میں کوئی محض خیال آرائی کی باتیں نہیں کر رہا۔ میں ایسی ٹھوس حقیقتیں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ جن حقیقتوں کے متعلق شبے کی کوئی گنجائش نہیں، کوئی وہم کی گنجائش نہیں۔ سپردگی کے بغیر یعنی تقویٰ کے ساتھ خدا کے سپرد ہونے کے بغیر بنی نوع انسان میں سے کسی کو امن نصیب نہیں ہوسکتا اور جب تک بنی نوع انسان کو ایسے صاحب امن نصیب نہ ہو جائیں، ان کو بنی نوع انسان کے امن کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ پس حقیقی امن جماعت احمدیہ کے ایسے مخلصین سے وابستہ ہے جن سے ان کا ماحول امن میں آجائے۔ اگر ایک ایسا احمدی ہو جس سے اس کا ماحول امن میں نہ ہو تو دنیا اس کو کہے یا نہ کہے اس کا دل یہ گواہی دے سکتا ہے کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ کیونکہ انسان اپنی ذات کو تو اندر سے دیکھ رہا ہوتا ہے اس لئے انسان کی عزت کی حفاظت کیلئے خدا تعالیٰ نے غیروں کی زبانوں سے تو اس کو محفوظ کر دیا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنے نفس کی زبان سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھیں آپ کے اندر اور آپ کے ضمیر کی آواز جتنا آپ پر ظلم کرے گی اتنا ہی آپ پر رحم کر رہی ہوگی۔

اس لئے اپنے وجود کو حقیقت سے پرکھیں اور بہت ہی آسان اور سیدھی اور صاف پہچان ہے کہ اگر آپ سے آپ کی بیوی امن میں ہے اگر آپ سے آپ کے بچے امن میں ہیں، اگر آپ سے آپ کے عزیز اور رشتے دار امن میں ہیں۔ اگر آپ سے آپ کے دوست امن میں ہیں اگر آپ سے آپ کا معاشرہ امن میں ہے تو یقین کے ساتھ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سپردگی کی علامتیں مجھ میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ میں خدا کا بنتا چلا جا رہا ہوں اور اس کے نتیجے میں طبعاً جو ظہور میں آنا چاہئے تھا میری ذات میں ظہور میں آرہا ہے اور پھر کامل یقین کے ساتھ اس راہ پر آپ آگے بڑھ سکتے ہیں اور آپ کے وجود کے ساتھ آپ کے ماحول کا ہی نہیں بلکہ رفتہ رفتہ تمام دنیا کا امن وابستہ ہوتا چلا جائے

گا۔ایسے صاحب امن پھر پرورش پاتے ہیں بڑھتے ہیں خدا کی نظر میں آگے بڑھتے ہیں اور ترقی کرتے ہیں اور بنی نوع انسان ان کے سامنے سرتسلیم خم کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ جانتے ہیں، ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ ہاں یہ سچے ہیں اور ان کے دل میں حقیقی امن ہے اس کے بغیر جب آپ اپنے معاشرے کو بھی امن نہیں دے سکتے ، اپنے گھر والوں کو امن نہیں دے سکتے ، اپنے بچوں کو امن نہیں دے سکتے تو کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ آپ خدا کے سپرد ہو گئے اور پھر دنیا کو امن دے سکتے ہیں۔

خلاصہ اس بات کا یہ ہے اور یاد رکھیں یہ ایک ایسا خلاصہ ہے جو کبھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا کہ وہ لوگ جو حقیقت میں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں خدا تعالیٰ کی تقدیر دنیا کو ان کے سپرد کر دیا کرتی ہے اور جب تک اپنے آپ کو خدا کے سپرد نہیں کریں گے دنیا آپ کے سپرد نہیں کی جائے گی۔ اس لئے خدا کی سپردگی کی فکر کریں اور یہ فکر نہ کریں کہ دنیا کہاں ہے اور کب آپ دنیا پر غالب آئیں گے جب آپ اپنے وجود پر غالب آئیں گے تو یاد رکھیں کہ وہی دن ہوگا جب آپ کو تو دنیا پر غلبہ اور فتح نصیب ہوگی۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

نمازیں جمع ہوں گی اور میرے ساتھ تمام مسافر بھی دوگانہ پڑھیں گے۔ جو دو چار مقامی دوست ہیں وہ بعد میں کھڑے ہو کر اپنی عصر کی نماز پوری چار رکعتیں کر لیں۔